تحریر: ڈاکٹر علی بن نفیع علیانی
مترجم: محمد اسمٰعیل بشیر انصاری

قرآنی آیات اور ماثور دعاؤں سے بنے تعویذ اور اُن کا حکم

قرآنی آیات اور مسنون الفاظ سے دم کرنا جائز ہے اور دم میں پھونک مارنا بھی درست، جیسا کہ بعض احادیث سے پتہ چلتا ہے۔ تاہم تعویذ کو لٹکانا، پہننا فرامین نبویہ ﷺ کی صراحت اور غیر مسنون ہونے کی بنا پر درست نہیں۔ غیر قرآنی تعویذ کی حرمت کے بارے میں تو واضح احادیث ہیں، جیسا کہ مسند احمد میں ہے کہ "جس نے تعویذ (تمیمہ) لٹکایا، اللہ اس کی مراد پوری نہ کرے۔" اور "تعویذ لٹکانے والا شرکیہ عمل کا ارتکاب کرتا ہے۔" (۴/۱۵۴) وغیرہ۔ البتہ قرآنی تعویذ کے بارے میں علما میں اختلاف ہے۔ شیخ الحدیث حافظ ثناء اللہ مدنی حفظہ اللہ فتاویٰ ثنائیہ مدنیہ میں لکھتے ہیں "قرآنی آیات اور مسنون دعاؤں پر مشتمل تعویذ لکھنا جائز تو ہے، لیکن راجح اور محقق بات یہی ہے کہ تعویذوں سے مطلقاً پرہیز کیا جائے۔" مزید یہ کہ "بہتر ہے کہ تعویذ کی جملہ اقسام سے احتراز کیا جائے۔" (ص ۵۷۸، ۵۸۰)
ذیل میں قرآنی تعویذوں کی حرمت کے حوالے سے ایک اہم عربی تحریر کا ترجمہ ہدیۂ قارئین ہے۔ ح م

قرآنی آیات اور ماثور دعاؤں سے مرتب تعویذ کے بارے میں علما کی ایک جماعت کی رائے ہے کہ یہ ممنوع تعویذ میں سے نہیں، بلکہ ایسے تعویذ لٹکانا (پہننا) جائز ہے، ان علما میں سعید بن مسیّب، عطا، ابو جعفر باقر اور امام مالک رحمہ اللہ علیہم ہیں، نیز امام احمد کی ایک روایت اور ابن عبد البر، بیہقی اور قرطبی کا یہی قول ہے، امام ابن تیمیہ، ابن قیم اور ابن حجر رحمہ اللہ علیہم کا ظاہری قول یہی معلوم ہوتا ہے۔

لیکن اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد کے اہل علم کا خیال ہے کہ قرآن کریم اور ماثور دعاؤں کے تعویذ بھی لٹکانا (پہننا) جائز نہیں، ان علماء میں حضرات ابن مسعود، ابن عباس، حذیفہ، عقبہ بن عامر اور ابن حکیم رضی اللہ عنہم ہیں، نیز ابراہیم نخعی، امام احمد کی ایک روایت، ابن العربی، شیخ عبد الرحمٰن بن حسن آل شیخ، شیخ سلیمان بن عبد اللہ بن محمد بن عبد الوہاب، شیخ عبد الرحمٰن بن سعدی، حافظ حکمی اور حامد الفقی رحمہ اللہ علیہم ہیں، نیز دورِ حاضر کے علما میں سے شیخ البانی اور شیخ عبد العزیز ابن باز رحمہ اللہ علیہم ہیں۔[1]

1 ان علما کے اقوال و فتاوے مندرجہ ذیل کتابوں میں دیکھے جاسکتے ہیں: مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الطب: ۷/۳۷۴ وما بعد،

قرآن وحدیث کے تعویذوں کو جائز کہنے والوں کی دلیلوں کا خلاصہ یہ ہے:

① پہلی دلیل، اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ ﴾ (سورۃ بنی اسرائیل:۸۲)

"ہم اس قرآن کے سلسلہ تنزیل میں وہ کچھ نازل کر رہے ہیں جو ماننے والوں کے لیے شفاء اور رحمت ہے۔"

② دوسری دلیل حضرت عائشہؓ کا یہ قول ہے:

"إن التّميمة ما علّق قبل البلاء، لا بعده"[1]

"ممنوع تعویذ وہ ہے جو بلا نازل ہونے کے پہلے لٹکایا جائے، نہ کہ بلاء نازل ہونے کے بعد۔"

③ تیسری دلیل حضرت عبد اللہ بن عمروؓ کا یہ عمل ہے کہ وہ اپنے نابالغ بچوں کے گلے میں دعائے فزع لٹکا دیتے تھے اور وہ یہ ہے:

بِسْمِ اللهِ أَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّاتِ مِنْ غَضَبِهِ وَعِقَابِهِ وَشَرِّ عِبَادِهِ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَأَنْ يَحْضُرُوْنِ[2]

"بسم اللہ، میں پناہ چاہتا ہوں اللہ کے کلامِ تام کی اس کے غضب اور عقاب سے، اور اس کے بندوں کے شر سے، اور شیطانوں کے وسوسوں سے، اور ان کے میرے پاس آنے سے۔"

یہ ہیں قرآن وحدیث کے تعویذوں کو جائز کہنے والوں کی دلیلیں۔

رہے دوسرے قول کے قائلین جو قرآن اور حدیث کی دعاؤں کے تعویذ بھی لٹکانے سے منع کرتے ہیں۔ اُنھیں فریق اول کے ان دلائل میں کوئی حجت نظر نہیں آتی، کیونکہ

① آیت مجمل ہے (یعنی اس میں طریقہ شفا وعلاج نہیں بتایا گیا ہے) بلکہ قرآن سے علاج کرنے کا طریقہ رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا ہے، اور وہ ہے: اس کی تلاوت کرنا اور اس کے احکام پر عمل کرنا، نیز رسول اللہ ﷺ سے قرآن کے تعویذ لٹکانے کے بارے میں کچھ بھی وارد نہیں، بلکہ صحابہ

سنن بیہقی :۹/۵۱۶ومابعد ، مستدرک حاکم :۴/۲۱۶ومابعد، تیسیر العزیز الحمید ص ۱۶۸،۱۷۴؛ سلسلہ احادیثِ صحیحہ ۱/۵۸۵؛ القول السدید: ص ۳۸؛ معارج القبول:۱/ ۳۸۲؛ فتاویٰ شیخ ابن باز:۸۲۰

1 سنن بیہقی:۹/۳۵۱؛ مستدرک حاکم:۴/۲۱۷

2 مسند احمد:۲/۱۸۱؛ مستدرک حاکم:۱/۵۴۸؛ جامع ترمذی: ۳۵۲۸؛ اور ترمذی نے حسن کہا ہے۔ سنن ابی داود: ۳۸۹۳

کرام سے بھی اس سلسلہ میں کچھ وارد نہیں ہے۔

④ نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول بھی مجمل ہے، اس میں قرآن کے تعویذ کی صراحت نہیں ہے، بلکہ صرف اتنا ذکر ہے کہ "ممنوع تعویذ وہ ہے جو بلا نازل ہونے سے پہلے لٹکایا جائے، نہ کہ بلا نازل ہونے کے بعد" چونکہ ان کا قول بھی محتمل یعنی غیر صریح ہے، لہٰذا میں مناسب نہیں سمجھتا کہ صرف اس روایت کی بنا پر ان کی طرف قرآن کے تعویذ کا جواز منسوب کر دیا جائے۔

③ رہا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ان کا عمل! تو وہ محمد بن اسحٰق کے عنعنہ اور ان کے مدلس ہونے کی وجہ سے صحیح نہیں ہے۔[1]

شیخ محمد حامد الفقی سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی اس روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"یہ روایت اس سند سے ضعیف ہے، نیز اس مفہوم پر دلالت بھی نہیں کرتی، اس لیے کہ اس روایت میں ہے کہ "عبد اللہ بن عمرو اپنے بڑے بچوں کو یہ دعا یاد کراتے تھے اور چھوٹے بچوں کے لیے تختی پر لکھ کر ان کے گلے میں لٹکا دیتے تھے۔" اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ تختی ان کے گلے میں دعا یاد کرنے کے لیے لٹکاتے تھے، نہ کہ تعویذ کی حیثیت سے۔ کیونکہ تعویذ کاغذ پر لکھا جاتا ہے نہ کہ تختی پر، نیز بڑے بچوں کو یاد کرانا بھی اسی کی دلیل ہے۔"[2]

اگر حقیقتِ امر یہی ہے تو فریق اول کا قول کسی قوی حجت پر مبنی نہیں۔

رہے فریق ثانی، یعنی قرآن وحدیث کے تعویذوں کو بھی منع کرنے والے، تو ان کی طرف سے مندرجہ ذیل دلیلیں پیش کی جاسکتی ہیں:

① پہلی دلیل یہ ہے کہ تعویذوں کے بارے میں وارد شدہ ممانعت کا حکم عام ہے، جیسا کہ حرمت کے بہت سے دلائل ہیں، اور شریعت میں اس عموم کی کوئی تخصیص وارد نہیں ہوئی، لہٰذا یہ حکم اپنے عموم پر باقی ہے۔

② دوسری دلیل یہ ہے کہ اگر یہ عمل مشروع ہوتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بیان فرمایا ہوتا، جیسا کہ رُقیہ یعنی دعا پڑھ کر پھونکنے کا حکم بیان فرمایا اور شرکیہ کلام نہ ہونے کی صورت میں اس کی اجازت دی ہے، چنانچہ فرمایا:

---

1 سلسلہ احادیث صحیحہ: ۱/۵۸۵؛ النہج السدید: ص ۶۱ ؛ صحیح ابوداؤد: ۲/۷۳۷

2 حاشیہ فتح المجید: ص ۱۳۲

«اعْرِضُوا عَلَيَّ رُقَاكُمْ لَا بَأْسَ بِالرُّقَى مَا لَمْ يَكُنْ فِيهِ شِرْكٌ»[1]

"تم لوگ مجھے اپنے جھاڑ پھونک کے کلمات سناؤ، اگر اس میں شرک نہ ہو تو کوئی مضائقہ نہیں۔"

لیکن اس طرح کی بات نبی ﷺ نے تعویذوں کے بارے میں نہیں کہی (لہٰذا معلوم ہوا کہ کسی بھی طرح کا تعویذ جائز نہیں)

شرکیہ جھاڑ پھونک سے بچنے کے لیے اہل علم نے چند شرطیں لگائی ہیں، چنانچہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ تمام اہل علم کا اجماع ہے کہ تین شرطوں کے ساتھ جھاڑ پھونک جائز ہے، پہلی یہ کہ جو کچھ پڑھا جائے، وہ اللہ کا کلام یا اس کے نام وصفات ہوں، دوسری یہ کہ عربی زبان میں ہو، تیسری یہ کہ یہ عقیدہ ہو کہ یہ بذاتِ خود فائدہ نہیں دے سکتے جب تک اللہ کا حکم نہیں ہو گا۔ (فتح الباری: ۱۰/۱۹۵)

③ تیسری دلیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے وہ فتوے ہیں جو تعویذ کی ممانعت کے سلسلے میں گزر چکے ہیں اور جن کی طرف اس کے برعکس قول منسوب ہے وہ (روایت اور درایت دونوں اعتبار سے) صحیح نہیں ہے، کیونکہ صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ کے طریقہ کو دوسروں کی بنسبت زیادہ جانتے تھے، اسی طرح اکثر تابعین عظام بھی، چنانچہ ابراہیم نخعی نے عام لفظوں میں ارشاد فرمایا:

"وہ (یعنی صحابہ کرام اور تابعین عظام) ہر طرح کے تعویذ مکروہ جانتے تھے، خواہ قرآن سے ہوں یا غیر قرآن سے۔"[2]

شیخ عبدالرحمٰن بن حسن فرماتے ہیں:

"ابراہیم نخعی کی مراد عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تلامذہ ہیں، مثلاً: علقمہ، اسود، ابووائل، حارث بن سوید، عبیدہ سلمانی، مسروق، ربیع بن خثیم اور سوید بن غفلہ وغیرہم، یہ بزرگان سادات تابعین میں سے ہیں، اور ابراہیم نخعی ان بزرگوں کے اقوال بیان کرنے کے لیے یہی طریقہ اختیار کرتے، جیسا کہ حافظ عراقی نے اس کی وضاحت کی ہے۔"[3]

④ چوتھی دلیل یہ ہے کہ فساد کا سدِباب شرعی طور پر واجب ہے، تاکہ شرکیہ تعویذ قرآنی تعویذوں

---

۱ مسلم مع نووی، کتاب السلام، باب لاباس بالرقی مالم یکن فیہ شرک: ۱۴/۱۸۷

۲ مصنف ابن ابی شیبہ: ۷/۳۷۴

۳ فتح المجید: ص۱۳۸

کے ساتھ اس درجہ خلط ملط نہ ہو جائیں کہ شبہ کی وجہ سے شرکیہ تعویذوں سے بھی روکنا مشکل ہو جائے، شیخ احمد بن علی حکمی فرماتے ہیں:

”بلاشبہ ان قرآنی تعویذوں کی ممانعت ہی غلط اعتقاد کو روکنے کے لیے زیادہ مؤثر ہے، خاص کر دورِ حاضر میں، کیونکہ صحابہ اور تابعین نے جب اپنے صاف ستھرے اور مقدس زمانے میں اسے مکروہ سمجھا جبکہ ایمان اُن کے دلوں میں پہاڑ کی مانند قائم تھا، تو اس پرفتن زمانہ میں ان تعویذوں کو مکروہ قرار دینا زیادہ بہتر اور واجب ہے، اور کیوں نہ ہو جبکہ تعویذ کا کاروبار کرنے والے اس رخصت کے چور دروازے سے محرمات تک پہنچ چکے ہیں اور قرآنی تعویذوں کو ان محرمات کا بہانہ اور ذریعہ بنا رکھا ہے، چنانچہ وہ تعویذوں کے اندر ایک آیت یا چھوٹی سی سورت یا صرف 'بسم اللہ' وغیرہ لکھ دیتے ہیں، پھر اس کے نیچے شیطانی طلسمات بناتے ہیں جسے صرف وہی لوگ جان سکتے ہیں جو اُن کی کتابوں سے واقف ہیں۔ نیز اس کے ذریعہ وہ لوگوں کے دلوں کو توکل علی اللہ سے پھیر کر ان لکھے ہوئے طلسمات سے جوڑ دیتے ہیں، بلکہ اکثر تعویذ والے عوام الناس کو ہراساں کر دیتے ہیں، حالانکہ انھیں کوئی بیماری نہیں ہوتی۔

مثلاً: وہ شخص جو تعویذوں کا کاروبار کرتا ہے، اگر اسے معلوم ہو جائے کہ فلاں شخص اس کا مرید ہے تو وہ اس شخص کا مال کھانے کے لیے حیلے تلاش کرتے ہوئے اس سے کہتا ہے کہ دیکھو تمہارے اہل و عیال یا مال یا خود تمہارے اوپر مصیبت آنے والی ہے، یا یہ کہتا ہے کہ تم پر جنوں کا سایہ ہے، اور اس کے سامنے شیطانی وسوسہ سے متعلق کچھ باتیں بیان کر کے اس کو یقین دلانے کی کوشش کرتا ہے کہ وہ اس کے مسئلے کو پوری طرح سمجھ چکا ہے، اسے اس سے بہت زیادہ ہمدردی ہے اور وہ اس کا خیر خواہ ہے۔ جب اس سادہ لوح شخص کے دل میں خوف و ہراس پوری طرح بیٹھ جاتا ہے تو وہ اپنے پروردگار سے منہ موڑ کر دل و جان سے اس کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اس کی پناہ میں آجاتا ہے، اور اس پر اعتماد و بھروسہ کرنے لگتا ہے، اور اس مکار سے پوچھ بیٹھتا ہے کہ اس مصیبت سے نجات کا راستہ کیا ہے؟ گویا نفع اور نقصان کا وہی مالک ہے۔ اب اس لٹیرے کی اُمیدیں پوری ہوتی نظر آتی ہیں، اور اس کی لالچ بھری نگاہ اس مال پر پڑتی ہے جو وہ آدمی خرچ کر سکتا ہے، اس لیے وہ کہتا ہے کہ اگر تم مجھے اتنا مال دے دو تو میں تمہارے لیے اتنا لمبا چوڑا تعویذ لکھ کر دیتا ہوں، پھر وہ اس تعویذ کی

خصوصیات بتاتا ہے اور ان امراض کی نشاندہی کرتا ہے جن کے لیے وہ تعویذ مفید ہے۔
کیا آپ ان حرکتوں کو اس اعتقاد کے باوجود شرکِ اصغر شمار کریں گے؟ نہیں، بلکہ یہ غیر اللہ کی تعظیم ہے، غیر اللہ پر بھروسہ کرنا اور غیر اللہ کی پناہ لینا ہے، بیوقوفوں اور نااہلوں کے فعل کا سہارا لینا ہے، اور دین سے خارج ہوجانے کا باعث ہے۔ شیطان اس قسم کے حیلوں پر شیطان نما انسان کی مدد کے بغیر قابو پا سکتا ہے؟

﴿قُلْ مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ ۭ بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُّعْرِضُوْنَ﴾[1]

"اے محمد (ﷺ) ان سے کہو: کون ہے جو رات یا دن کو تمھیں رحمن سے بچا سکتا ہے؟ بات یہ ہے کہ یہ اپنے رب سے منہ موڑ رہے ہیں۔"

پھر وہ اس میں اپنے شیطانی طلسمات کے ساتھ کچھ قرآنی آیتیں بھی لکھتا ہے، اور پہننے والا ناپاکی کی حالت میں بھی اسے پہنے رہتا ہے، چھوٹی بڑی ہر طرح کی نجاست ہوتی رہتی ہے اور قرآن اس کے ساتھ ہوتا ہے، کسی بھی چیز سے اسے محفوظ رکھنے کی کوشش نہیں کرتا۔ اللہ کی قسم! کسی دشمن اسلام نے کتاب اللہ کی ایسی بے حرمتی نہیں کی ہوگی جس طرح اسلام کے دعوے دار ملحد کر رہے ہیں۔

اللہ کی قسم! قرآن نازل ہوا تلاوت کرنے اور اس پر عمل کرنے کے لیے، اس کے احکام کو بجا لانے اور اس کے منہیات سے اجتناب کرنے کے لیے، اس کی باتوں کی تصدیق کرنے اور اس کے حدود میں رہنے کے لیے، اس کی مثالوں سے عبرت پکڑنے اور اس کے قصوں سے نصیحت حاصل کرنے کے لیے اور اس پر ایمان لانے کے لیے، کیونکہ پورا قرآن ہمارے پروردگار کی طرف سے ہے، لیکن ان تعویذ والوں نے ان سارے مقاصد کو بے معنی کر دیا اور قرآن شریف کو پس پشت ڈال دیا۔ صرف قرآن کی شکل کو محفوظ رکھا ہے تاکہ اسے کھانے کا ذریعہ اور کمانے کا وسیلہ بنائے رکھیں، ایسے وسائل کی مانند جن سے حرام تک تو رسائی ہوسکتی ہے، حلال تک نہیں۔

اگر کوئی بادشاہ یا امیر اپنے ماتحت کو یہ پیغام بھیجے کہ ایسا کرو، ایسا نہ کرو، اپنے ماتحتوں کو فلاں کام

---

1 سورۃ الانبیاء:۴۲

کرنے کا حکم دو اور فلاں کام سے روکو، وہ اس پیغام کو وصول کرکے نہ اسے پڑھے، نہ اس کے اوامر ونواہی میں غور وفکر کرے، اور نہ ہی اپنے ماتحتوں تک یہ پیغام پہنچائے جن تک پہنچانے کا اس میں حکم ہے، بلکہ اس پیغام کو وصول کرکے اپنی گردن میں لٹکالے، یا بازو میں باندھ لے اور اس میں موجود فرمان کو خاطر میں نہ لائے، تو کیا بادشاہ یا حاکم اس حرکت پر اسے سزا نہیں دے گا؟ اس کی گرفت نہیں کرے گا؟ جب ایک بادشاہ کی حکم عدولی کا یہ خمیازہ ہو سکتا ہے تو آسمانوں اور زمین کے اس جبار وقہار کے نازل کردہ پیغام عظیم کے ساتھ اس ناروا سلوک کا کیا نتیجہ ہوگا جس کی آسمانوں اور زمین میں اعلیٰ مثال ہے، جس کے لیے دنیا وآخرت میں ساری تعریفیں ہیں، اور جس کی طرف سارے معاملات لوٹائے جاتے ہیں۔ لہٰذا صرف اسی کی عبادت کرو اور اسی پر بھروسہ کرو، وہ ہمارے لیے کافی ہے، اس کے علاوہ کوئی عبادت کا حق دار نہیں، اسی پر ہم نے بھروسہ کیا، اور وہی عرش کا مالک ہے۔"[1]

⑤ پانچویں دلیل یہ ہے کہ قرآن شریف کا تعویذ لٹکانا قرآنِ شریف کی بے حرمتی کا باعث ہے، مثلاً: بیت الخلاء وغیرہ میں اس تعویذ کے ساتھ داخل ہونے میں قرآن کی توہین ہے۔

⑥ چھٹی دلیل یہ ہے کہ ان لوگوں کا قرآن اُٹھائے پھرنا جو نہ اس کا معنی سمجھتے ہیں نہ ہی اس کی عزت کرتے ہیں، وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے اس فرمانِ عام ﴿كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا﴾ کے تحت آجاتے ہیں (جس کا مطلب یہ ہے کہ ان کی مثال ان گدھوں کی ہے جو شریعت کی کتاب اٹھائے ہوئے ہیں، نہ اسے سمجھتے ہیں، نہ ہی اس پر عمل کرتے ہیں) کیونکہ وہ نہیں جانتے کہ اس قرآنی تعویذ میں کیا ہے، نہ ہی اس کی عزت وتوقیر کرنا جانتے ہیں، چنانچہ بسا اوقات اس قرآنی تعویذ پر نجاست بھی پڑ جاتی ہے، خاص کر اس وقت جب پہننے والا پاگل یا چھوٹا بچہ ہوتا ہے۔

⑦ تعویذ پہننے کا فتویٰ یقینی طور پر سور معوذات[2] وغیرہ کے ذریعہ دعا کی سنت ترک کرا سکتا ہے، چنانچہ

---

1 معارج القبول شرح سلم الوصول از حافظ احمد حکمی: ۱/ ۳۸۲

2 سور معوذات سے مراد سورۃ قل هو الله أحد، قل أعوذ برب الفلق اور قل أعوذ برب الناس ہیں، یہ تینوں سورتیں تعوذ کے لیے بے حد مفید ہیں، لیکن اُنھیں لکھ کر لٹکانے سے نہیں، بلکہ اس کے پڑھنے سے ہر طرح کے رنج وغم اور آفت وبلا میں راحت ملتی ہے۔ چنانچہ نسائی شریف میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ہم گھٹا ٹوپ اندھیرے میں گھر گئے، اور ہلکی ہلکی بارش بھی ہو رہی تھی، ہم نماز کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کر رہے تھے، آپ تشریف لائے اور نماز پڑھائی، نماز کے بعد آپ نے فرمایا: کہو، میں نے کہا: کیا کہوں؟ آپ نے فرمایا: "قل هو الله أحد، قل أعوذ برب الفلق، قل أعوذ برب الناس صبح وشام تین تین مرتبہ کہو، تمھیں ہر چیز سے کفایت کرے گی۔" (سنن نسائی: ۸/ ۲۵۰ کتاب الاستعاذۃ)

جو شخص پورا پورا قرآن ہی لٹکالے گا، وہ گمان کر سکتا ہے کہ اب سور معوذات اور آیۃ الکرسی[1] وغیرہ پڑھنے کی کیا ضرورت ہے، جب پورا قرآن اپنے گلے میں لٹکا ہوا ہے۔

⑧ قرآن کا تعویذ لٹکانے کا فتویٰ جائز و ناجائز دونوں پہلو رکھتا ہے، اور جو فتویٰ یا معاملہ ایسا ہو فساد سے تحفظ کی غرض سے اس سے اجتناب کرنا ہی بہتر ہے۔(واللہ اعلم)

(دارالاندلس کی شائع کردہ 'تعویذ اور عقیدہ توحید' نامی کتابچہ کا ایک باب: ص ۹۷ تا ۱۱۴)

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مقام جحفہ اور ابواء کے درمیان چل رہا تھا کہ بہت تیز آندھی چلنے لگی، اور رات بے حد اندھیری تھی تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم قل أعوذ برب الفلق اور قل أعوذ برب الناس پڑھنے لگے، اور فرمایا: عقبہ! ان دونوں سورتوں کو پڑھا کرو، ان سا تعوذ کسی نے نہیں پڑھا۔ (سنن ابوداؤد: ۱۴۶۳)

حضرت عائشہؓ سے بخاری شریف میں روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ آپ ہر رات جب بستر پر آتے تو اپنی دونوں ہتھیلیوں پر قل هو الله أحد، قل أعوذ برب الفلق اور قل أعوذ برب الناس پڑھ کر پھونکتے، پھر اپنے جسم پر جہاں تک ہاتھ پہنچتا پھیرتے تھے، اسطرح تین مرتبہ کرتے۔ (صحیح بخاری: ۱۱/ ۱۰۷؛ صحیح مسلم: ۲۱۹۲)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر نماز کے بعد معوذات کی سورتیں پڑھا کرو۔'' (سنن نسائی: ۳/ ۶۸؛ جامع ترمذی: ۸/ ۲۱۵؛ سنن ابوداؤد: ۲/ ۱۲۱، حدیث نمبر ۱۵۲۳)

اس کے علاوہ بہت ساری حدیثیں سور معوذات کے دعا کے لیے مفید ہونے کے بارے میں وارد ہیں۔

۱ آیت الکرسی: سورۃ البقرۃ کی آیت ۲۵۵ کو آیت الکرسی کہا جاتا ہے۔ سب سے عظیم الشان آیت یہی آیت الکرسی ہے۔ شیطان کے شر سے بچنے کے لیے یہ آیت اکسیر ہے، چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ وہ صدقہ کے مال کی حفاظت پر مامور تھے کہ ایک دن چور چوری کرنے کے لیے تین رات مسلسل آیا اور ہر رات پکڑا گیا، تیسری رات اسے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جانے کی دھمکی دی تو اس نے کہا کہ مجھے چھوڑ دو میں تمھیں چند کلمات بتادیتا ہوں جن سے اللہ تمھیں فائدہ دے گا، چنانچہ اس نے پوری آیت الکرسی پڑھ کر بتائی، اور کہا کہ یہ آیت سوتے وقت پڑھ لیا کرو تو تمہاری نگرانی کے لیے ایک محافظ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہو جائے گا، اور صبح تک شیطان تمہارے قریب نہیں آسکتا۔ صبح ہوئی تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ ماجرا رسول اللہ سے بیان کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس نے یہ سچ کہا، لیکن ہے وہ بڑا جھوٹا، وہ شیطان ہے۔ (صحیح بخاری: ۲۳۱۱)

تعوذ کے لیے اس کے علاوہ اور بہت سی آیتوں اور سورتوں کے پڑھنے کا حکم حدیث شریف میں موجود ہے، جن میں سے سورہ فاتحہ ہر مصیبت و بلا سے رہائی اور فلاح و کامرانی کا سرچشمہ ہے، جیسا کہ امام بیہقی نے 'شعب الایمان' میں اور سعید بن منصور نے اپنی سنن میں ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «الفاتحة شفا من كل سقم» یعنی سورہ فاتحہ ہر بیماری کا علاج ہے۔ (فتح القدیر از امام شوکانی: ۱/ ۱۶)

چنانچہ صحیح بخاری وغیرہ میں مشہور واقعہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا ہے کہ انھوں نے ایک گاؤں کے ایک رئیس کو جسے سانپ نے ڈس لیا تھا سورۂ فاتحہ پڑھ کر جھاڑا اور وہ شفایاب ہو گیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس عمل کو صحیح قرار دیا، اور اس کی اُجرت سے خود بھی کھایا۔ (صحیح بخاری: ۶/ ۲۳۷؛ صحیح مسلم: ۲۲۰۱)

تعوذ کا یہی مسنون طریقہ ہے، اگر تعویذ لٹکانے کو جائز کر دیا جائے تو یہ مسنون طریقۂ تعوذ بالکل چھوٹ جائے گا اور مسلمان قرآن سے بالکل بے تعلق و بے نیاز ہو جائیں گے۔ (مترجم)